Volume 03, Issue 01,
January-March 2025
PP: 55-63
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

اردوناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک۔۔۔ایک مطالعہ

Magic Realism in Urdu Novels

A Critical Study of Narrative Technique

***Dr. Muhammad Daud Rahat* [1]**

Article History

Received
03-01-2025

Accepted
27-01-2025

Published
03-02-2025

Indexing

Abstract

Magic Realism is a literary narrative technique that intricately weaves the fantastical with the mundane, creating a unique storytelling experience that transcends conventional realism. Originating in Latin American literature, this technique has profoundly influenced Urdu novels, where it has been adapted to reflect the socio-cultural and historical realities of the subcontinent. This study delves into the evolution of Magic Realism in Urdu literature, tracing its thematic and stylistic transformations over time. By incorporating elements of folklore, mysticism, and historical consciousness, Urdu novelists have enriched their narratives with a layered complexity that bridges imagination and reality. This research examines how prominent Urdu writers have employed Magic Realism as a means to explore deeper philosophical and existential questions, presenting the supernatural not as a mere embellishment but as an intrinsic part of the lived human experience. Furthermore, it investigates the ways in which this technique has been used to critique social, political, and cultural structures, offering an alternative lens through which reality is perceived.

The study also highlights the continuing relevance of Magic Realism in contemporary Urdu novels, demonstrating how modern authors employ this technique to navigate the tensions between tradition and modernity. By blurring the boundaries between the real and the surreal, Magic Realism serves as a powerful narrative tool that resonates with readers on multiple levels. Ultimately, this research underscores the enduring significance of Magic Realism in Urdu literature, positioning it as a vital and evolving mode of storytelling that remains deeply embedded in the literary fabric of the region.

Keywords

Magic Realism, Urdu Novel, Folklore, Mysticism, Narrative Technique, Historical Consciousness, Contemporary Urdu Literature, Socio-Cultural Representation, Supernatural Elements, Literary Criticism.

[1] *Research Scholar.*
daudrahat@gmail.com

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

جادوئی حقیقت نگاری ایک انگریزی اصطلاح Magic Realism کا ترجمہ ہے۔ یہ اصطلاح بیانیہ کی پیش کش کے ایک خاص ڈھنگ کے لیے استعمال میں لائی جاتی ہے جس کی سبیل سے حقیقی دنیا کی سیٹنگ اور منظر نامے میں جادوئی نوع کے پر اسرار واقعات اس فطری انداز میں بیانیے کا حصہ بنتے ہیں کہ پورا بیانیہ حقیقت نگاری کا حامل تخلیق پارہ نظر آتا ہے۔

جادوئی حقیقت نگاری کی اصطلاح کو فرانز رو (Franz Roh) نے 1925ء میں بصری فنون کے حوالے سے مابعد اظہاریت پر مبنی رویوں کی ذیل میں استعمال کیا تھا۔ اس عہد کے مصوروں نے روزمرہ حقیقت اور پر اسرار داخلی رویوں کو جادو کی شکل میں یک جا کیا۔ فرانز رو نے اس امر کی وضاحت اپنی کتاب میں یوں کی ہے:

"ہمیں ایک نئے اسلوب کا انکشاف ہوا ہے جو موجودہ حقیقی دنیا کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ حقیقت پسندی کا موجودہ نظریہ ان نئی اشیا سے ابھی مانوس نہیں ہے۔ یہ مختلف تکنیکوں کو بروئے کار لا کر عام اشیا کے گہرے حقیقی معنی بیان کرتا ہے جن کے پر اسرار مفہوم سے پرانی، پر سکون اور محفوظ دنیا ہمیشہ سے ہراساں رہی ہے۔ یہ پیش کش کا وہ طریقہ ہے جو ہمیں وجدان کے ذریعے بیرونی دنیا کی حقیقی تصویر دکھاتا ہے۔"[1]

جے۔ اے۔ کڈن نے جادوئی حقیقت نگاری کی تعریف میں اس کی جو نمایاں خصوصیات بیان کی ہیں وہ اس تکنیک کی تفہیم میں ہمارے لیے مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔ ان خصوصیات پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

- تخیلاتی اور حقیقی دنیا کا امتزاج
- وقت کی ماہرانہ منتقلی (حقیقی واقعات کا بیک وقت کے مختلف دورانیوں میں وقوع پذیر ہونا)
- کہانی کا بھول بھلیوں سے بھرا ہوا پلاٹ
- خوابوں کا عمومی استعمال
- دیومالا اور جنوں پریوں کی کہانیاں
- اظہاریت اور ماورائے حقیقت پر مبنی بیان
- پر اسرار علوم کا استعمال
- تحیر آمیز اور عجیب عناصر
- ہراساں کرنے والے اور غیر واضح عناصر

جادوئی حقیقت نگاری کی دیگر اہم تعریفوں کا جائزہ لیا جائے تو کرسٹوفر وارنس (Christopher Warnes) نے اپنی کتاب "جادوئی حقیقت نگاری اور مابعد نو آبادیاتی ناول" (Magic Realism and Post-Colonial Novel) میں اس تکنیک کا احاطہ ان الفاظ میں کرنے کی کوشش کی ہے:

"یہ بیانیہ کا ایسا طریقہ کار ہے جس میں فوق فطری عناصر کو فطری بنا دیا جاتا ہے، یا یوں کہنا چاہیے کہ اس میں تخیلاتی اور حقیقی، فطری اور غیر فطری کو ایک ہی سطح پر پیش کیا جاتا ہے۔"[2]

اس تکنیک پر بحث کے لحاظ سے بہت سے ناموں میں سے ایک اہم نام وینڈے بی فارس (Wendy B Faris) کا ہے۔ انھوں نے اس تکنیکی مظہر کو ثقافت سے منسلک کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کی کتاب کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے فطری اور ثقافتی میدانوں میں جادوئی حقیقت

نگاری کا کھوج لگاتے ہوئے اس کی پانچ ناگزیر خصوصیات بیان کی ہیں۔ان کی توضیح ظاہری حقیقی دنیا کے قوانین کے مطابق ممکن نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا جنم مغربی تجربے کی اساس سے پھوٹنے والے ڈسکورس سے ہوتا ہے جس کی بنیاد منطق،روزمرہ علم یا موصولہ ایمان پر قائم ہوتی ہے۔اسے قبول تو کیا جا سکتا ہے ،تاہم اس کی توضیح نہیں کی جا سکتی۔اس ضمن میں وینڈے بی فارس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"میں اس طریقہ کار کی پانچ بنیادی خصوصیات تجویز کرتا ہوں،پہلی خصوصیت،جادوئی حقیقت نگاری جادو کے غیر تخفیف پذیر عناصر پر مشتمل ہوتی ہے،دوسری خصوصیت میں جادوئی حقیقت نگاری کے بیانات مظہریاتی دنیا کی واضح موجودگی کی تفصیلات کے حامل ہوتے ہیں،تیسری، قاری دو متضاد واقعات کے مابین مفاہمت کی کوشش میں غیر یقینی شبہات کے تجربے سے گزرے؛چوتھی،بیانیہ مختلف دنیاؤں کو باہم پیوست کرے؛اور آخری،جادوئی حقیقت نگاری وقت،جگہ اور شناخت کے مروجہ تصورات کو پریشان کر کے رکھ دے۔"[3]

یہاں پر جادو کے غیر تخفیف پذیر عنصر کوئی ایسی شے ہے جس کی ہم مغرب کے تجربی ڈسکورس پر مبنی قوانین کے تحت توضیح نہ کر سکیں۔مظہریاتی دنیا کی واضح تفصیل اصل میں جادوئی حقیقت نگاری میں حقیقت کی موجودگی کا اظہار ہے۔یہاں حقیقی دنیا کا بھرپور بیان اسی فکشنی کائنات کی تخلیق کرتا ہے جو اس حقیقی دنیا سے مماثلت رکھتا ہے جن میں ہم اپنی زیست کر رہے ہوتے ہیں۔جادوئی حقیقت نگاری میں دو مختلف دنیائیں ایک دوسرے کے قریب ہوتی نظر آتی ہیں۔ بعض اوقات یہ احساس جنم لیتا ہے کہ ہماری دنیا کسی اور دنیا میں داخل ہو گئی ہے۔متضاد اور مختلف دنیاؤں کے اس اختلاط سے وقت،مقام اور شناخت کے معاملہ قاری کے لیے مشکل پیدا کرتا ہے۔گبریل گارشیا مارکیز کے ناول میں چار سال،گیارہ ماہ اور دو دن بارش کا برسنا،بے خوابی کی وبا اور ایک کمرے کی موجودگی جس میں ہمیشہ مارچ کا مہینہ اور سوموار کا دن رہتا ہے۔اس نوع کے واقعات کا بیان جگہ،وقت اور شناخت کے عمومی تصور کو منتشر کر دیتا ہے۔

جادوئی حقیقت نگاری کی تفہیم میں اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس اصطلاح میں جادو(Magic)اپنے روایتی معنوں میں استعمال نہیں ہوتا،بل کہ اس سے مراد زندگی کے وہ اسرار و رموز ہیں جو منطقی یا استدلالی سائنسی رویے کی حد میں نہیں آتے۔اس تکنیک کی حامل تخلیقات میں غیر متوقع انداز میں چیزوں کا گم ہونا،معجزاتی صورت حال،غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل کردار،عجیب و غریب اور حیرت انگیز ماحول جیسے عناصر کو قاری کے سامنے لایا جاتا ہے۔یہ تکنیک حقیقت کی پیش کش پر یقین رکھتی ہے۔یوں کہہ لیں کہ یہ جادوئی عناصر کو اس انداز میں پیش کرتی ہے کہ گویا وہ مبنی بر حقیقت ہوں۔یہ بیانیہ تکنیک اپنی نہج میں حقیقت نگاری کی ہی ایک شکل ہے لیکن اس کی پیش کش کا قرینہ یکسر مختلف ہے۔یہاں بیانیے میں حقیقی اور جادوئی واقعات اور کرداروں کو مسلمہ انداز میں یوں حقیقت کے تانے بانے میں بُنا جاتا ہے کہ یہی جادوئی اشیا اور واقعات مادی حقیقت کا روپ دھار لیتے ہیں۔خواہ اس سے قبل قاری نے انھیں یوں حقیقی انداز میں تشکیل پذیر ہوتے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

جادوئی حقیقت نگاری چیزوں کی کامل تفصیلات،حقیقی پس منظر اور ناقابل یقین درجے تک عجیب و غریب اشیا کے باہم امتزاج سے صورت پذیر ہوتی ہے۔اس تکنیک میں دو قطبی تضادات(Polar Opposites)جیسے موت اور زندگی،شہری اور دیہی،دیسی اور بدیسی، تخیل اور حقیقت،قبل نو آبادیاتی ماضی اور مابعد صنعتی حال کو چیلنج کرتی نظر آتی ہے۔یہاں دو الگ الگ دنیاؤں کو اس انداز میں آپس میں ملا دیا جاتا ہے کہ فطری اور مادی قوانین بھی عمل پیرا نہیں ہوتے اور نہ ہی معروضی حقیقت اپنی اصل شکل میں موجود نظر آتی ہے۔اس بیانیہ تکنیک میں فکشن میں حقیقت کے واضح اظہار سے گریز کیا جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حقیقت کا علم عطا کرنے کی بجائے قاری کو اس کی بصیرت سے بہرہ مند کرتی ہے۔خاص طور پر جب واضح اور واشگاف انداز میں حقیقتوں کے اظہار پر قدغنیں عائد ہوں تو حقیقت کے بیان میں اس طور کا قرینہ اظہار ہی برتا جا سکتا ہے۔اس کی عکاسی بیسویں صدی کے آغاز میں جرمنی اور اسی صدی کے نصف آخر میں لاطینی

امریکہ کی سیاسی، معاشی اور سماجی صورت حال سے ہوتی ہے جہاں سے اس تکنیک کو فروغ حاصل ہوا جس کے بعد اسے پوری دنیا میں شہرت حاصل ہوئی ۔عبد العزیز ملک نے اپنی کتاب "اردو افسانے میں جادوئی حقیقت نگاری" میں اس بیانیہ تکنیک پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

"جادوئی حقیقت نگاری کے بغور مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تکنیک جادوئی اور حقیقی پہلو کے مابین کوئی واضح فیصلہ نہیں کرتی، اور اس کی یہ خاصیت متضاد اور کثیر الجہتی تعبیروں کا باعث بنتی ہے۔ یہ اپنے آپ کو کئی تعبیروں کے لیے کھلا چھوڑ دیتی ہے جس کے سبب وہ جو تنوع کو ناپسند کرتے ہیں ان کے لیے تنقید کی راہیں بھی ہموار کرتی ہے۔ اس طرح اس کے متن کی تشریحوں کا زیادہ تر تعلق قارئین کے عقائد کے نظام سے منسلک ہو جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ قاری اور متن کے مابین بلا تکلف پیار کا کھیل ہے جس کے کوڈ وہ خود طے کرتے ہیں۔"[4]

جادوئی حقیقت نگاری کی بیانیہ تکنیک سے تشکیل پانے والے فکشن کی تشریح و تعبیر کا انحصار قاری کی ذہنی سطح اور علمی لیاقت پر ہے۔ اس بیانیہ تکنیک میں سادہ حقیقت نگاری کے برعکس واضح اور برملا اظہار سے شعوری گریز پائے جانے کی وجہ سے قاری کا کردار بڑھ جاتا ہے کہ وہ متن سے کیا معنی اخذ کرتا ہے اور اس تمام ترکیفیت کا ادراک کیسے کرتا ہے۔ اس تکنیک کے تحت تخلیق ہونے والا بیش تر ادب نو آبادیاتی رویوں اور صورت حال سے متاثر ہے جس میں نو آبادیاتی اثرات اور مابعد نو آبادیاتی صورت حال کو خصوصیت کے ساتھ موضوع بنایا گیا ہے اس لیے اس کی بہتر تفہیم کے لیے قاری کا اس تمام تر صورت حال سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

جادوئی حقیقت نگاری کے نمائندہ لکھاری

جادوئی حقیقت نگاری وہ بیانیہ تکنیک ہے جسے پہلی عالمی جنگ کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال کی عکاسی کے لیے جرمن فن کاروں نے، اور بعد ازاں دوسری عالمی جنگ کے بعد نو آبادیاتی ملکوں سے تعلق رکھنے والے فن کاروں نے وسیلہ اظہار بنایا۔ لاطینی امریکہ سے آغاز پانے والی اس تکنیک کو بعد ازاں نو آبادیاتی صورت حال کے حامل تمام ملکوں کے لکھاریوں نے اپنی تخلیقات میں استعمال کیا۔ لاطینی امریکہ، یورپ، کینیڈا، جرمنی، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور بھارت ایسے ممالک میں اس تکنیک کا استعمال کرنے والے لکھاریوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اس تکنیک کے معروف اور ممتاز لکھاریوں کا مختصر تعارف ذیل میں پیش ہے:

کیوبا سے تعلق رکھنے والے الیخو کارپین ٹیئر نے لاطینی امریکی جادوئی حقیقت نگاری اور یورپی جادوئی حقیقت نگاری میں امتیاز قائم کیا۔ عقلیت پسند لوگوں کا مسکن ہونے کے باوجود یورپی تخلیق کار بھید بھری دنیا تخلیق کر رہے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اس بیانیہ تکنیک کا استعمال عمل میں لا کر ثقافتی عقائد وضع کریں۔ اپنے ناول "The Kindgdom Of This World" میں انھوں نے لاطینی امریکہ کے خاص تناظر میں فروغ پاتی جادوئی حقیقت نگاری پر زور دیا ہے۔

اینجل ایستوریاس کا ناول "Men of Maize" جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک کی نمائندگی کرتا ہے۔ مصنف نے اس ناول کو نو آبادیاتی دور میں مقامی لوگوں پر جبر اور علاقائی دیومالا کے امتزاج سے تخلیق کیا ہے۔

گیبریل گارشیا مارکیز اس بیانیہ تکنیک کے معروف ترین لکھاریوں میں سے ایک ہے۔ لاطینی امریکی ملک کولمبیا سے تعلق رکھنے والے اس فکشن نگار کا ناول "One Hundred Years Of Solitude" جادوئی حقیقت نگاری کے نمائندہ ناولوں میں سے ایک ہے۔ 1967 میں ہسپانوی زبان میں اشاعت پذیر ہونے والے ناول کے اب تک دنیا کی مختلف ستائیس زبانوں میں سینکڑوں ایڈیشن زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ مارکیز نے اس ناول میں ماکوندو کی بستی میں بسے ہوئے ایک خاندان کی تاریخ پیش کی ہے جس کے پس منظر میں لاطینی امریکہ کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔

ازابیل الینڈے کا تعلق بھی لاطینی امریکہ سے ہے۔ بین الاقوامی سطح پر ادب کے ذریعے شہرت حاصل کرنے والی اس خطے کی یہ واحد خاتون ادیبہ ہیں۔

ازابیل الینڈے کا ناول "The House of Spirits" جادوئی حقیقت نگاری کی ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس ناول میں چلی کی مطلق العنانی اور سماجی اضطراب کا احاطہ

کیا گیا ہے۔ کرنل پنوشے کی حکومت کے خلاف مظاہروں میں ہونے والے قتل عام، عوام کے ساتھ پولیس کے وحشیانہ سلوک کے دور میں تحریر کیے گئے اس ناول میں چلی کی خواتین پر ملکی اضطراب کے اثرات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

لاطینی امریکہ سے تعلق رکھنے والا ایک اور نام لارا ایکیول کا ہے۔ اس کا ناول "Like Water for Chocolate" جادوئی حقیقت نگاری کی بیانیہ تکنیک کی نمائندگی کرتے اس ناول میں خواتین کی گھریلو زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔ ایک خاتون کی زبان سے بیان کردہ کہانی ایک ہی گھر میں وقوع پذیر ہونے کے باوجود اس میں باہر کے سیاسی حالات کی دخل اندازی ہوتی ہے۔ دونوں جانب سے جنگ لڑتے فوجی اس گھر میں داخل ہوتے ہیں اور خوراک اور پناہ کی طلب کرتے نظر آتے ہیں۔

اینجلا کارٹر کا ناول "Nights at the Circus" جادوئی حقیقت نگاری کے حوالے سے قابل ذکر ہے۔ اس کی کہانی نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی کے گرد گھومتی ہے جسے حقیق پَر بنانے میں غیر معمولی مہارت حاصل ہے۔

کینیڈا سے تعلق رکھنے والے جیک ہاجنز کا ناول "The Invention of the World" بھی جادوئی حقیقت نگاری کی بیانیہ تکنیک کے فراواں استعمال کو سامنے لاتا ہے۔ اس ناول میں ایسی بستی دکھائی گئی ہے جہاں جھوٹ کا نام ونشان تک نہیں، اس کا انتظام ایک سخت مزاج شخص کے ہاتھ میں ہے جس نے بالواسطہ طور پر بستی کو غلام بنا رکھا ہے۔ اس کے اس اقدام سے نو آبادیاتی دور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

نوبیل انعام یافتہ جرمن ادیب گنٹر گراس کا نام جادوئی حقیقت نگاری کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے معروف ناول "The Din Drum" میں دوسری عالمی جنگ کے دوران پیدا ہونے والی صورت حال کی عکاسی کی گئی ہے۔ سیاسی نوعیت کے حامل اس ناول میں مرکزی کردار کے ماضی کی بازیافت کے ذریعے نازی حکومت پر تنقید کی گئی ہے۔

پیٹر سسکنڈ کے ناول "Perfume" کو جادوئی حقیقت نگاری کا بہترین نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس میں غیر معمولی قوت شامہ کا حامل کردار پیش کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں کی محبت حاصل کرنے کے لیے دنیا کا سب سے مسحور کن پرفیوم تیار کرتا ہے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لیے وہ کئی دوشیزاؤں کے جسم کی خوشبو کشید کرنے کے لیے انھیں قتل کر دیتا ہے۔

بھارت سے تعلق رکھنے والی فکشن نگار ارون دھتی رائے نے اپنے ناول "The God of Small Things" میں بھی اس تکنیک کا استعمال کیا ہے۔ اس ناول میں ذات پات کے نظام کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

ان کے علاوہ جان رولفو، ولسن ہیرس، رچرڈ براٹی گان، رابرٹ پنچے، ٹونی مورسن، جان ارونگ، میلان کنڈیرا، ڈی ایم ٹامس، ولیم کینیڈی، بین اوکری، مارمن سلکو، اینتاو گھوش، این میری میکڈونلڈ، آندرے برنک، ولسن ہیرس اور پاولن میلول جیسے فکشن نگاروں کے نام اہم ہیں جنھوں نے اپنی تخلیقات میں اس بیانیہ تکنیک کا استعمال کیا ہے۔

جادوئی حقیقت نگاری کے تناظر میں اردو ناولوں کا جائزہ

اردو ناول کی روایت میں موضوعات کے ساتھ ساتھ تکنیکی اور اسلوبی سطح پر بھی تنوع اور ارتقا کی ایک واضح شکل ہمارے سامنے آتی ہے۔ ناول نگاروں نے عہد بہ عہد سماجی، سیاسی، ثقافتی، معاشی اور فکری تغیرات کے پیش نظر ناول کے کینوس پر ان تغیرات کے اظہار کو جگہ دی۔ جدید عہد کے انسان کے مسائل اور سروکار بدلے تو اس نے ان کے اظہار کے نئے قرینے بھی دریافت کیے۔

"چاندنی بیگم"

قرۃ العین حیدر کا ناول "چاندنی بیگم" اردو ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک کے واضح اور بھرپور استعمال کے لحاظ سے بنیادی حوالے کے طور پر سامنے آتا ہے۔1989ء میں پہلی بار اشاعت پذیر ہونے والا یہ ناول موضوعاتی تنوع کا حامل ہے۔روحانی کرب، احساس تنہائی، موت، ثقافت اور تاریخ، پامالی کا سامنا کرتی قدریں، برصغیر کی تقسیم کے بعد اتر پردیش کے مسلمانوں کے سماجی مسائل اور زمین سے جڑے احساس ملکیت جیسے موضوعات کی پیش کش کے لیے لوک داستانوں کے اجزا، اشعار اور دیومالائی عناصر کے اجتماع سے ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی بیانیہ تشکیل کی صورت گری کی گئی ہے۔جادوئی حقیقت نگاری کی بیانیہ تکنیک اس نوع کے واقعات کو بیانیے کا حصہ بنا دیتی ہے جن کا حسی ادراک سے اثبات ناممکنات میں شمار ہوتا ہے۔اس میں ظاہری دنیا کے قوانین اس انداز میں توڑے جاتے ہیں کہ قاری کو یہ سب عجیب، غیر حقیقی اور غیر فطری محسوس نہیں ہوتا۔

اس ناول کے مختلف مقامات پر جادوئی حقیقت نگاری کے متنوع عناصر دیکھے جاسکتے ہیں۔اس ناول کی کہانی میں قاری کو مر جانے والے لوگ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور پرندے گفتگو کرتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔بیانیہ میں ان واقعات کو حقیقی دنیا میں یوں وقوع پذیر ہوتے ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ ناممکن اور غیر فطری نظر نہیں آتے۔ناول کے متن سے اس کی ایک مثال دیکھتے ہیں:

> "صفیہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا 'بیلا'۔وہ فراٹے کے ساتھ چبوترے پر سے گزری اور باغ کے سنہرے دھندلکے میں غائب ہوگئی۔تیز رفتار جیسے بادِ صرصر۔بگولہ۔قدم رکھنے کا انداز عجیب۔سر سر نکل گئی۔صفیہ ہیبت زدہ رہ گئیں۔گھگھی بندھی۔حلق میں کانٹے چبھے۔لرزہ چڑھا۔ٹھنڈے پسینے آئے۔پنڈلیوں پر چیونٹیاں رینگیں۔"[5]

صفیہ اس ناول کے ایک کردار کے طور پر اس تکنیک کے حوالے سے یوں اہمیت اختیار کرتی ہے کہ اس کے حسی ادراکات اور غیر معمولی تجربات کی بنیاد پر ناول کے بیانیے میں جادوئی حقیقت نگاری کے عناصر شامل کیے گئے ہیں۔صفیہ کو مرے ہوئے لوگ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں تو کبھی اسے اپنے ہی باطن سے آواز سنائی دیتی ہے۔یہ واہماتی صورت حال جادوئی اور واہماتی حقیقت نگاری کی بیانیہ تکنیکوں کے امتزاج کی صورت پیدا کرتی نظر آتی ہے۔

ناول نگار نے اس ناول میں دیومالا، لوک داستانوں اور تاریخی کرداروں کو اس فن کارانہ انداز میں برتا ہے کہ بیانیہ جادوئی حقیقت نگاری کا نمائندہ بن کر سامنے آتا ہے۔ان تمام وسیلوں کے استعمال کی وجہ سے ناول کا پلاٹ بھول بھلیوں سے لبریز کہانی کی طرح معلوم ہوتا ہے۔اودھ کی مشہور لوک داستان "آلہا اودل" کا استعمال معنی خیز انداز میں اور برمحل کیا گیا ہے۔ناول کے بیانیے میں تحیر آمیز اور ناقابل یقین واقعات کا اظہار اس قدر مہارت سے کیا گیا ہے کہ قاری ان واقعات کو حقیقی کے طور پر قبول کر لیتا ہے۔بیانیے کی تشکیل میں دیومالا اور مقامی لوک داستانوں کے دھارے شامل کیے گئے ہیں۔تحیر آمیز واقعات کی وجہ سے حقیقی دنیا ایک تخیلاتی دنیا کے متوازی چلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

"حسن کی صورت حال خالی۔۔جگہیں۔۔پر۔۔کرو"

مرزا اطہر بیگ کا یہ ناول مابعد جدید طرز احساس اور تکنیک کا نمائندہ ناول ہے۔اس ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی بیانیہ تکنیک کے عناصر واضح طور پر نظر آتے ہیں۔پیچیدہ اور گنجلک پلاٹ، زمانی انتشار، بھول بھلیوں والی فضا، تحیر آمیز واقعات، فوق فطری کرداروں اور واقعات کی موجودگی کی وجہ سے اسے یکسر منفرد تکنیک اور اسلوب کا حامل ناول گردانا جاتا ہے۔اس ناول میں مصنف نے ایک اہم اور معروف مابعد جدید بیانیہ تکنیک جادوئی حقیقت نگاری کا فن کارانہ استعمال کیا ہے جس کی بہت سی مثالیں ناول کے متن سے پیش کی جاسکتی ہیں۔پورے ناول کی کہانی تخیل اور حقیقت کے امتزاج سے تشکیل پاتی ہے۔حسن رضا ظہیر بہت سے غیر معمولی اور تحیر آمیز واقعات کی تخیلی توجیہات پیش کرتا ہے۔ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی ایک اہم مثال متن سے پیش ہے:

"بالی اپنی لکڑی کی ٹانگ میں شدید خارش محسوس کرتا ہے۔اس کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔پہلے جب اس کی ٹانگ نئی نئی بنی تھی تو اس وقت تو بہت ہوتا تھا.....لیکن پھر اس نے کبھی کسی کو نہ بتایا کہ لکڑی کی ٹانگ میں خارش ہی نہیں درد بھی ہو سکتا ہے۔"[6]

اس ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی ایک صورت یہ بھی نظر آتی ہے کہ حسن رضا ظہیر اپنی اختراع کردہ کہانیوں کی مدد سے ارد گرد کے واقعات کی تخیلاتی توجیہات کرتا ہے۔وہ اشیا کے باطن میں موجود حقائق تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔وہ ان واقعات کی خالی جگہیں پُر کرنے پر قادر ہے۔وہ خود سے کہانیاں تراش کر اشیا کے باطن میں موجود حقیقتوں سے آنکھ ملا سکتا ہے۔مثال کے طور پر ایک مقام پر اسے کھلی کھڑکی میں سے ٹوٹا ہوا آئینہ اور جمے خون کی لکیریں نظر آتی ہیں۔وہ اس معمے کو بھی اپنی کہانیوں کی مدد سے حل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

جادوئی حقیقت نگاری کے حامل متون میں تخیلاتی اور حقیقی دنیا کے امتزاج کے ساتھ ساتھ خوابوں کی کائنات کو بھی پیش کیا جاتا ہے۔ایسے واقعات پیش کیے جاتے ہیں جو ظاہری حقیقی کائنات کے اصولوں سے لگا نہیں کھاتے،بل کہ یہ صرف خواب کی دنیا میں ہی رونما ہو سکتے ہیں۔اس ناول میں ایسے خواب ناک واقعات کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

"سینی ٹوریم کا ریسٹورنٹ اندر سے سیدھا قبرستان میں جا ملتا ہے۔ایڈلا کے بیڈروم میں اس کے پلنگ کے نیچے فائرمین چھپا ہے جو رس بھری کا جام کھا رہا ہے اور یہیں سے راستہ گاؤں کے چوک تک جاتا ہے۔بیانکا کے بیڈروم کے اندر سے ہی جنگل شروع ہو جاتا ہے۔یہ خواب ہے ۔خوابوں کا ماڈل ہے۔خواب میں تمھیں جگہوں تک جانا نہیں پڑتا۔جگہیں تمھارے پاس آجاتی ہیں۔"[7]

ناول کے بیانیے میں ورائے حقیقت صورت حال کی فراوانی اس میں جادوئی حقیقت نگاری کی موجودگی کا پتا دیتی ہے۔بیانیے میں پروفیسر صفدر سلطان کی جانب سے الہ دین کے چراغ کی مدد سے پیدا کی جانے والی بجلی اس کی واضح مثال ہے۔اسی طرح ناول میں موت کی تجسیم (Personification) بھی نظر آتی ہے۔جنگ سے اپنے وطن سویڈن واپس آنے والا نائٹ اکیلے شطرنج کھیل رہا ہوتا ہے کہ موت ایک راہب کے روپ میں اس کے پاس آتی ہے اور بتاتی ہے کہ اس کا وقت آگیا ہے۔نائٹ موت کو شطرنج کھیلنے کی دعوت دیتا ہے جسے موت قبول کر لیتی ہے۔اس طرح نائٹ اور موت آپس میں شطرنج کھیلنے لگتے ہیں۔

سرکس کے منظر نامے میں بہت سے تحیر آمیز واقعات ناول کے بیانیے کا حصہ بنتے ہیں۔ماسٹر سہراب کا شیشہ کوٹ کر کھانا،دومن کا پتھر دانتوں سے اٹھانا،بارہ کلو وزنی چقندر،تیرہ فٹ طویل سانپ،آگ کا کھیل،دنیا کی سب سے بڑی روٹی جسے شال کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح دوسروں والا کھوتا جس کا ایک سر سوتا ہے اور دوسرا سر جاگتا ہے۔ایک سر شیر ہے اور ایک سر چیتا ہے،اس کا ایک سر مرتا ہے اور ایک سر جیتا ہے۔ناول کے متن سے اسی قسم کے عناصر کی ایک اور جھلک دیکھتے ہیں:

"شاید وہی مرد ہے جس کی کھلی ہتھیلی کے سوراخ میں سے سیاہ مکوڑے نکل رہے تھے.....ہاں مرد اب ایک رسہ سینے کے گرد باندھے کوئی بہت بڑا بوجھ پوری قوت سے آگے کھینچ لانے کی کوشش کر رہا ہے.....رسے سے دو بڑے پیانو بندھے ہیں.....اور پیانو کے اوپر دو گدھوں کی گلی سڑی لاشیں پڑی ہیں۔"[8]

"جاگے ہیں خواب میں"

اختر رضا سلیمی کا یہ ناول روایتی ساخت اور ہیئت سے انحراف کی صورت میں اپنے حساس موضوع،اس کی ٹریٹمنٹ اور تکنیک کے اعتبار سے ایک قابل ذکر مابعد جدید ناول ہے۔ناول نگار نے کہانی کاری اور کہانی گوئی کا جو قرینہ اختیار کیا ہے وہ جادوئی حقیقت نگاری کی بیانیہ تکنیک کے کئی ایک عناصر کا حامل نظر آتا ہے۔

اس ناول کی قرات کے دوران یہ احساس ہوتا ہے کہ اس میں اور گبریل گارشیامارکیز کے ناول "تنہائی کے سو سال" میں کئی ایک مماثلتیں موجود ہیں۔ مارکیز کے ناول میں بستی ماکوندو ہے تو اس ناول میں بستی نور آباد اسی طرح موجود ہے۔مارکیز کے تخلیق کردہ کرداروں بوئندا کے مقابلے میں یہاں اسی طرز کے کردار فقیر محمد اور نور خان کی صورت میں موجود ہیں۔"تنہائی کے سو سال" میں بھی مسلسل بارش کا منظر سامنے آتا ہے اور "جاگے ہیں خواب میں" بھی مسلسل بارش کا منظر بیانیے کا حصہ بنتا ہے۔مارکیز کے ناول میں ہاتھ سے دھات کی مچھلیاں بنائی جاتی ہیں تو اس ناول میں مٹی کے پتلوں کی صناعی سامنے آتی ہے۔اس تمام تر مماثلت کو محض اتفاق قرار دے کر اس اہم حقیقت سے روگردانی نہیں کی جاسکتی کہ یہ مماثلت دراصل دونوں ناولوں کے مجموعی تخلیقی ڈیزائن اور بیانیہ تکنیک کی یکسانیت کے ناگزیر نتیجے کے طور پر سامنے آئی ہے۔ناول کے متن میں جادوئی حقیقت نگاری کے متنوع عناصر کی واضح کار فرمائی قاری سے عمیق توجہ اور ارفع قرات کا تقاضا کرتی ہے۔

ناول کے ابتدائی صفحات میں ہی لوک داستان اور دیومالا کے عناصر قاری کے سامنے آتے ہیں۔مصنف نے چٹان کے بارے میں صدیوں سے چلی آ رہی اسطورہ کو ناول کے متن کا حصہ بنادیا ہے۔یہ دراصل جادوئی حقیقت نگاری کے حامل فکشن کی خاصیت ہے۔ناول میں خواب ناک کیفیت کے ذریعے تحیر آمیز واقعات کے بیان کی ایک جھلک دیکھتے ہیں:

> "پوری آب و تاب سے چمکتا چودھویں کا چاند اس کے اتنا نزدیک ہے کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اسے چھو سکتا ہے۔پہلے تو وہ تذبذب کا شکار ہوتا ہے پھر ہاتھ بڑھا کر چاند کو چھوتا ہے،چاند سے اس کا ہاتھ مس ہوتے ہی شفاف آسمان سے برف روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگتی ہے۔اس عجیب وغریب منظر کو دیکھ کر وہ گھبرا جاتا ہے اور اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔"[9]

اختر رضا سلیمی نے مختصر سے اس ناول میں عمیق فلسفیانہ اور فکری صداقتوں کو جادوئی حقیقت نگاری کی بیانیہ تکنیک کے استعمال کے ذریعے برتر اور ارفع گلشنی صداقتوں میں ڈھال دیا ہے۔موضوع کی انفرادیت اور اس کی منفرد ٹریٹمنٹ نے اس ناول کو خاصے کی چیز بنادیا ہے۔پورے ناول میں اساطیری حوالوں،مقامی دیومالا اور فوق فطری کرداروں کے ذریعے تحیر اور تجسس کی ایک کامل فضا قاری کو اپنے گھیرے میں لیے رکھتی ہے۔ناول کے پلاٹ میں شعوری طور پر روا رکھے گئے زمانی انتشار اور پیچیدگی سے روایتی قاری کو اگرچہ دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے،تاہم،مابعد جدید بیانیہ تکنیکوں اور قرینوں سے واقفیت رکھنے والا قاری پلاٹ کی ان عارضی رکاوٹوں کو عبور کرنے کی مشقت سے گزر کر حظ کے برتر تجربے سے دوچار ہوتا ہے۔ناقابل یقین واقعات،غیر معمولی کرداری اوصاف اور خواب ناک فضا ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی غماز ہے۔

حوالہ جات:

---

[1]Roh, Franz. *Nach-Expressionismus, Magischer Realismus: Probleme der neuesten europäischen Malerei.* Leipzig: Klinkhardt & Biermann, 1925.

[2] "It is a mode of narration that naturalises or normalises the supernatural; that is to say, a mode in which real and fantastic, natural and supernatural, are coherently represented in a state of equivalence." (Source: Christopher Warnes, *Magical Realism and the Postcolonial Novel* (Basingstoke: Palgrave Macmillan, 2009), 3

[3] "I suggest five primary characteristics of the mode. First, the text contains an 'irreducible element' of magic; second, the descriptions in magic realism detail a strong presence of the phenomenal world; third, the reader may experience some unsettling doubts in the efforts to reconcile two contradictory understandings of events; fourth, the narrative merges different realms; and finally, magical realism disturbs received ideas about time, space, and identity." Wendy B. Faris, *"Ordinary Enhancements: Magical Realism and the Remystification of Narrative,"* in *Magical Realism: Theory, History, Community*, ed. Lois Parkinson Zamora and Wendy B. Faris (Nashville: Vanderbilt University Press, 2004), 7.

[4] عبدالعزیز ملک، اردو افسانے میں جادوئی حقیقت نگاری، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا2014ء، ص38

[5] قراۃ العین حیدر، چاندنی بیگم، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2008ء، ص84

[6] مرزا اطہر بیگ، حسن کی صورت حال۔ خالی جگہیں پر کرو، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، 2015ء، ص256

[7] ایضاً، ص270

[8] ایضاً، ص569

[9] اختر رضا سلیمی، جاگے ہیں خواب میں، رُمیل پبلی کیشنز، راولپنڈی، اشاعت سوم، 2017ء، ص24